

واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا

(اور مضبوط پکڑے رہو اللہ تعالیٰ کے سلسلے کو اس طور پر کہ باہم سب متفق بھی رہو اور باہم با افتخالی مت کرو)

(بیان القرآن)

فہرست مضامین

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۱	حمد باری تعالیٰ	۱
۲	عرض مرتب	۲
۵	تقریظ	۳
۸	تعارف بیان و صاحب بیان	۴
۱۸	بیان --- حقیقت اختلاف امت	۵
۱۸	صحابہ کے لئے حضور ﷺ کی صحبت ہی کافی تھی	۶
۱۸	خیر القاسم قرنی --- سب سے بہترین زمانہ میرا	۷
۱۹	اسلام کتابی نہیں، عملی شکل میں تھا	۷
۲۰	قرآن کی حفاظت و کتابت --- احداث اللدین	۸
۲۲	قرآن پر اعراب --- احداث اللدین	۹
۲۲	فقہ --- دین کی سمجھ بوجھ	۱۰
۲۳	مسجد جو اٹا --- اسلام کی دوسری جامع مسجد	۱۱
۲۳	فقہ میں اختلاف کی وجہ	۱۲
۲۵	حضور ﷺ کا عمل اور امر	۱۳
۲۶	حضرت امام ابوحنیفہؒ اور ان کے شاگردوں میں اختلاف	۱۴

# حقیقت اختلاف امت

بیان

حضرت جی صوفی مقبول احمد نقشبندی دامت برکاتہ

جامع مسجد نقشبندی۔ الفلاح ٹاؤن بیدیاں روڈ۔ لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حمد باری تعالیٰ

میں بوقت سحر اک چمن میں گیا  
گل کے پتوں سے میں نے سنی یہ صدا  
اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو۔۔۔۔۔

پوچھا طور سے میں نے کہ اے باؤنا  
بولا بتلاؤں کیا اس جلن کا مزا  
اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو۔۔۔۔۔

پوچھا بلبل سے میں نے کہ اے بتلا  
کس کے غم میں ہے تیری یہ حالت تباہ  
اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو۔۔۔۔۔

یہ زمین جب نہ تھی آسماں جب نہ تھا  
پڑھ رہے تھے وہ سب ملکے یہ روبرو  
اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو۔۔۔۔۔

دیکھا اک دن فقیروں کی محفل میں جا  
تھا ہر طرف فقیروں کا اک جمگھٹا  
اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو۔۔۔۔۔

تیرا خادم ہوں لیکن گناہگار ہوں  
میں شفاعت نبی ﷺ کا طلبگار ہوں  
اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو۔۔۔۔۔

ٹہنیوں پہ کھلے پھول تھے جا بجا  
پڑھ رہے تھے وہ شبنم سے کر کے وضو  
اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو۔۔۔۔۔

کس کی برق تجلی سے تو جل گیا  
پھر اسی آگ کی ہے مجھے جستجو  
اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو۔۔۔۔۔

کس کے رخسار گالوں پہ ہے تو فدا  
بوٹی آنکھوں سے اپنا بہا کر لہو  
اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو۔۔۔۔۔

کوئی یہاں جب نہ تھا کوئی وہاں جب نہ تھا  
اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو۔۔۔۔۔

تھا بچھونا زمین پہ بچھا گھاس کا  
پڑھ رہے تھے وہ سب دل سے ہو ہو ہو  
اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو۔۔۔۔۔

تو ہے بحر کرم میں شرمسار ہوں  
تو نے فرما دیا ہے کہ لا تقطعو  
اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو۔۔۔۔۔

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۲۷	تدوین حدیث میں محدثین کی احتیاط	۱۵
۲۸	حفاظتِ ترکیبہ	۱۶
۲۹	مقصود تصوف اور اصول تصوف	۱۷
۳۱	حنفی، حنبلی، شافعی اور مالکی چار مسلک ہیں	۱۸
۳۲	حضرت مولانا کاظم نوری اور حضرت مولانا رشید احمد ننگوئی۔۔۔ مابین رسول ﷺ	۱۹
۳۳	سنی سنائی بات پر تحقیق ضروری ہے	۲۰
۳۳	قول کو سمجھنے کے لیے موقع محل کا جاننا ضروری ہے	۲۱
۳۴	مسئلہ امکانِ کذب اور اہمت میں اختصار	۲۲
۳۵	اپنے دلوں میں وسعت پیدا کریں	۲۳

## عرض مرتب

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم!

اللہ تعالیٰ کا انتہائی شکر ہے کہ اس نے انسانوں کی مادی اور روحانی ضروریات کی کفالت کا مکمل بندوبست فرمایا۔ اور اللہ تعالیٰ کی بے حد و شمار رحمتیں ہوں ہمارے آقا اور سردار حضرت ﷺ پر جن کی سیرتِ مطہرہ اروزندگی کے بہترین عملی نمونہ سے انسانیت کو ایک بہترین راہ ملی۔ جس پر جو چلا اس نے نہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور محبوبیت کو حاصل کیا بلکہ وہ ایک اسلامی معاشرہ کا فرد بھی بن گیا۔ جس میں آپس کی محبت، مؤت، اخوت اور ایثار قیامت تک کے انسانوں کے لئے ایک نمونہ ہے۔

قبل از ظہور اسلام جزیرہ نما عرب کے لوگوں کی حالت کسی سے مخفی نہیں۔ ظلم و جفا اُن کا شیوہ، قتل و غارت اُن کی تفریح، عورتوں اور ضعیفوں پر زور آوری ان کا طریق زندگی تھا۔ جب اسلام کا نور دلوں میں اتر تو یہی لوگ جو تہذیب و تمدن کے نام سے نا آشنا تھے ایک دوسرے پر جان قربان کرنے والے بھائی بن گئے۔ انصارِ مدینہ کا ایثار، غزوہ یرموک میں تین صحابہؓ کا پیاس سے شہید ہو جانا اور ایسے ہی ان گنت واقعات اسلام کی حقانیت اور حضور ﷺ کی عملی تربیت پر شاہد تارخ صحابہؓ میں آپکو بکثرت ملیں گی۔

آقائے نامدار ﷺ نے فرمایا خیر القاس قرنی۔۔۔ الخ (بہترین لوگ میرے زمانے کے ہیں پھر وہ لوگ جو ان سے ملیں گے، پھر وہ لوگ جو ان سے ملیں گے) جس کا مفہوم ہے بہترین زمانہ میرا ہے اور پھر صحابہؓ کا اور پھر تابعین کا۔ جوں جوں حضور ﷺ سے

بعد ہوتا گیا دلوں میں ایمان کی حرارت سرد پڑنے لگی اور بے غرضی کی جگہ خود غرضی، وفا کی بجائے جفا نے لی تو پھر وہی افراد جو ایک ”بنیانِ مرصوص“ سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی مانند تھے ان میں تنگ دلی، تنگ نظری اور ذاتی اغراض مقدم ہو گئیں۔ کہیں فقہی جھگڑے، کہیں مسلکی جھگڑے اور کہیں سلاسل کی ایک دوسرے پر فوقیت کے جھگڑے اتنے بڑھے کہ مساجد جو جوڑ کا مرکز تھیں فرقوں کے نام سے منسوب ہونے لگیں۔

ایسی صورت حال عام سادہ آدمی کے لئے بہت تشویش کا باعث ہے اور ہونی بھی چاہیے۔ ایک خدا، ایک رسول ﷺ، ایک کتاب، ایک ہی قبلہ، پھر امتیاز کس بات کا ہے؟ یہ عدم برداشت کیونکر ہے؟ عام آدمی یہ سوچ کر جب کوئی راستہ نہیں پاتا تو مایوسی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ڈوب جاتا ہے اور شیطان اس کا رہبر بن کر اس کو اسلام ہی سے بدظن کر کے ضالیت اور گمراہی کے عمیق گڑھے میں دھکیل دیتا ہے۔

ان حالات میں امید کی ایک کرن وہ اہل اللہ حضرات ہیں جن کے قلوب اللہ کی معرفت سے مزین اور جسم و جاں عشقِ نبی مرسل ﷺ سے لبریز ہیں۔ اللہ کا حکم اور نبی ﷺ کا طریقہ ان کی زندگی کا وظیفہ ہے ان کی صحبت سعیدہ سے دلوں کا غبار چھٹتا ہے اور رذائل ختم ہو کر اخلاقی حسنہ پیدا ہوتے ہیں۔ کبر، نخوت، غصہ، حسد، بغض، کینہ، خود غرضی، خود پسندی اور ظلم تعیدی کے بجائے عجز، انکساری، اخوت، محبت، ایثار، قربانی پیدا ہوتی ہے۔

ایسے ہی ایک مردِ حرا الفلاح ناؤن بیدیاں روڈ لاہور کینٹ میں لوگوں کے قلوب کو جلا بخشنے کا کام کرتے نظر آتے ہیں۔ آج سے قریباً چار سو سال قبل شیخ احمد سرہندی المعروف

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے جو شمع روشن کی تھی اس کا ایک شرار یہاں پھر سے روشن ہو رہا ہے۔ اور لوگوں کو پھر سے وہی بھولا ہوا سبق یاد کروایا جا رہا ہے جس میں ذاتیات سے بالا تر ہو کر ایک امت واحد نے بنا ہے جس نے ماضی میں بھی دنیا کے ہر گوشے میں اسلام کا پیغام حق اور پیام محبت پہنچایا۔

کسی دل جلے نوجوان نے ان جذبات کا اظہار کیا جو اوپر تحریر کیے گئے ہیں۔ جس کے جواب میں حضرت صوفی صاحب مدظلہ العالی نے اس سال رمضان المبارک ۱۴۲۷ھ کو دوران اعتکاف ایک بیان فرمایا وہ ضبط تحریر میں لا کر آپکی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ بیان میں جو احادیث بیان کی گئیں ان کا ترجمہ اور حوالہ جات بھی لکھ دیئے گئے ہیں۔ اللہ کریم سے دُعا ہے کہ ہم سب کو اہل اللہ کی قدر و منزلت کی توفیق نصیب فرماوے اور ان سے احسن طریق سے فائدہ حاصل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے اور ان اہل اللہ حضرات کی عمر و صحت میں اللہ پاک برکت عطا فرمائے۔ اور جو اس بیان تحریر کا مقصد ہے یعنی اتحاد و اتفاقِ ملت، اس کو ہمیں نصیب فرمائے۔ آمین

محمد نذیر آصف

## تقریظ

اللهم لك الحمد ولك الشكر ولك استعين ولك الاستغيث وصل وسلم  
وبارك على اشرف الانبياء والمرسلين وآله الطيبين والطاهرين واصحابه مهديين  
وبارك وسلم تسليماً كثيراً كثيراً. اما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم. بسم  
الله الرحمن الرحيم. يا ايها الذين امنوا اتقوا الله وكونوا مع الصادقين۔  
”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور پیچوں کا ساتھ پکڑو“ (سورۃ توبہ ۱۱۹)

تنویر المقباس من تفسیر ابن عباسؓ (للغة العربیة) میں رقم ہے، ”وكونوا مع الصادقين  
۔۔ مع ابی بکر و عمر و اصحابہما فی الجلس و الخروج و الجهاد“ یعنی کھڑے بیٹھے جہاد میں ہر حال  
میں سیدنا ابو بکر صدیقؓ و سیدنا عمر فاروقؓ اور ان کے ساتھیوں رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا  
ساتھ پکڑو۔ یہی آیت سعیدہ اجماع امت کو حجت ہونے پر بھی دال ہے۔

علماء نے اس پر طویل بحث کی ہے کہ ”صادقین“ کا ہر حال میں ساتھ پکڑنے کا حکم  
ہے۔ لفظ ”مؤمنین“ صالحین وغیرہ استعمال نہیں کیا گیا۔ گویا وہ ظاہر اباطناً سچے اور حق شناس  
ہوں اور ان کے قلوب حق کو مشاہدہ قبول کر چکے ہوں۔

اس آیت مبارکہ میں راہ حق کے تین اقسام بیان فرمائے (۱) ایمان (۲) تقویٰ  
(۳) صدق۔ یہ تینوں اعمال قلوب ہیں کیونکہ ان کے حقائق کشف انوار غیب سے درست  
ہوئے ہیں۔ پس جب یہ حقائق سینہ پر کھل گئے تو بندہ کو ایمان کے بعد اس آیت کے حقائق  
ملتے ہیں۔ تقویٰ سے مشاہدہ صفات اور صدق سے مشاہدہ انوار ذات حاصل ہوتا ہے۔ اس  
آیت کریمہ میں پہلے ان کو مؤمنین سے مخاطب فرمایا پھر اس مقام سے مقام تقویٰ کی طرف بلایا



## تعارف بیان و صاحب بیان

موضوع کی اہمیت:

چند سوالات عموماً سننے میں آتے ہیں: جب قرآن ایک، رسول ایک، دین ایک، قبلہ ایک ہے تو پھر مسلمانوں میں اتنے اختلافات کیوں ہیں؟ بھانت بھانت کی بولیاں کیوں ہیں؟ اسلام کے رکن اعظم نماز تک کی ادائیگی کے طریقے پر اتفاق کیوں نہیں؟ یہ فرتے، یہ جماعتیں، یہ مختلف مسالک۔۔۔ ہم کہاں ہیں؟ کس کے صحیح ہونے اور غلط ہونے کا فیصلہ کریں؟ اور کیونکر کریں؟ یہ وہ چبھتے ہوئے سوال ہیں جو ہر حساس دل رکھنے والے مسلمان کو پریشان کرتے ہیں۔ اس پر مستزاد یہ کہ حدیث نبوی ﷺ کی قرب قیامت کی پیشینگوئی ”ظہرت الأصوات فی المساجد“ (مسجدوں میں آوازیں بلند ہوں گی) کے مطابق مساجد میں مناظرے اور اختلافی مسائل کو کثرت سے بیان کرنے کا بازار گرم ہے جو کہ عموماً دیندار طبقے سے بدگمانی کا ذریعہ ہے۔ عالمی تناظر میں جہاں کفریہ طاقتیں اپنے مذموم مقاصد کے لئے متحد ہیں وہیں پر ان کے مابین اس پر بھی اتفاق ہے کہ یہ مقاصد اس وقت تک پایہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ مسلمانوں کے آپس کے اختلافات کو ہوا دیکر ان کی اجتماعی قوت منتشر نہ کی جائے۔

ان حالات میں دین متین پر چلنے اور عامۃ الناس کو مطمئن کرنے کے لئے نہایت ضروری ہے کہ اس کو سمجھا جائے اور سمجھایا جائے کہ اختلافات کی حقیقت کیا ہے؟ ان اختلافات کے باوجود بھی آپس میں اتحاد و اتفاق کی راہیں ہموار ہو سکتی ہیں کہ نہیں؟ نیز ہر آدمی کا ان اختلافات کے کھوج میں پرنا ضروری ہے یا تفضیح اوقات؟ ان سوالات کا شافی و کافی جواب ان شاء اللہ اس کتابچے میں مل جائے گا۔

تعارف حضرت شیخ صوفی مقبول احمد نقشبندی دہلت برکاتہ:

آپ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ آپ کی ذات گرامی تصوف کے حلقوں میں مشہور و معروف ہے۔ لیکن ایک عام قاری چونکہ اس کتابچے کی افادیت سے کما حقہ واقف نہیں ہو سکتا جب تک کہ حضرت والا کا ایک اجمالی تعارف نگاہوں کے سامنے نہ آجائے اس لئے ہم حضرت والا کی شخصیت کا ایک مختصر خاکہ ہدیہ بنا نظرین ہے۔

حضرت صوفی مقبول احمد شاہ مدظلہ نے آنکھ ایک متوسط دیندار گھرانے میں کھولی۔ والد بزرگوار عبدالحمید مرحوم و مغفور صاحب بنالہ مشرقی پنجاب سے ہجرت کر کے بسلسلہ معاش آراے بازار لاہور کینٹ تشریف فرما ہوئے۔ مرحوم الحمد للہ سادہ دیندار تھے اور حضرت کے بقول کسی سلسلہ سے بھی تعلق تھا کو وہ رواجی اور روایتی قسم تھا، مگر آپ کے دل میں اہل اللہ کی محبت قدر و منزلت تھی۔ رزق حلال کی بہت کاوش اور باریکی کے ساتھ احتیاط فرماتے تھے۔ ابھی حضرت صاحب گیا رویں جماعت کے طالب علم تھے کہ والد بزرگوار جہان فانی سے کوچ فرما گئے۔ والدہ ماجدہ منجنا مرخ نیک صالح صابر شاہر پابند صوم و صلوات تھیں۔ کو حضرت بہن بھائیوں میں دوسرے نمبر پر تھے مگر والدہ کو حضرت سے خصوصی قلبی لگاؤ تھا جو تادم آخر برقرار رہا اور حضرت نے بھی حق خدمت ادا کرنے میں کمی نہ کی۔ حضرت خود فرماتے ہیں کہ میرا معاد دینی رحمان کا ہو جانا شانہ میری والدہ کی نیم شب کی کسی پرسوز دعا کا اثر ہے۔ والد بزرگوار کی رحلت کے بعد معاشی تنگی کا آجانا فطری بات ہے۔ حضرت نے ہر قسم کی محنت کر کے اپنا بار پڑھائی بھی اٹھایا اور والدہ کی خدمت اور دلجوئی بھی کی۔ اسی طرح بہنوں اور بھائیوں کا ساتھ نبھاتے ہوئے تعلیم مکمل کی اور نوکری فوری طور پر شروع کر دی۔ جو کمایا ماں کے قدموں میں ڈھیر کیا۔

ذریعہ معاش:

B.Sc. تک تعلیمی سلسلہ مکمل کرنے کے فوراً بعد 1968ء میں بحیثیت اسٹنٹ پلانٹ سپرنٹنڈنٹ پیکیجز لاہور سے آپ منسلک ہوئے۔ آپ کی یہ ملازمت 1977ء تک جاری رہی۔ اسکے بعد شیخ حضرت مولانا غلام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے مشورہ سے آپ نے سعودی آراکو کی ملازمت قبول فرمائی اور سعودی عرب روانہ ہوئے۔ سعودی آراکو میں آپ 1977ء تک مختلف حیثیت میں آپریٹر، سپروائزر، آپریٹر، آن جاب ٹرینر، سپنیر آن جاب ٹریننگ اسپیشلسٹ اور بالآخر انجینئر ڈرنگنگ واٹر پلانٹ دہران کی خدمات سرانجام دیں۔ پاکستان واپسی پر پولٹری فارم، بٹن اسٹور کاروبار اور پھر شراکت و مضاربت وغیرہ آپ کا ذریعہ معاش رہے۔

دین کی طرف میلان:

حضرت والا کے اپنے الفاظ میں ”میں مجتبیٰ ہوں یعنی جیسے رحمت کی گھٹائیں برستی ہیں ویسے ہی کبھی کبھار ہدایت کی ہوائیں چلتی ہیں اور خاص ہستیوں کا انتخاب ہوتا ہے جن سے مشیت ایزدی میں کوئی خصوصی کام لینا مقصود ہوتا ہے ویسا ہی معاملہ حضرت والا کے ساتھ پیش آیا۔ خود اپنا واقعہ بیان فرماتے ہیں۔۔۔

”مئی 1973ء کے وسط میں رات کی شفٹ تھی درمیان رات پیرا ناشتہ پوچھنے آیا تو اس سے ناشتہ پاور ہاؤس کنٹرول روم میں لانے کے لئے کہا وہاں مجاہد پرویز کے ساتھ ناشتہ کیا تو اس کے پاس ایک موٹی کتاب دیکھی۔ ہاتھ میں لیا تو وہ ترجمان القرآن مولانا ابوالکلام آزاد کی تھی۔ دل میں ایک آواز آئی اسکو بھی پڑھ کر دیکھ لو۔ مجاہد پرویز سے اسکے پڑھنے کی

اجازت لی اور تفسیر سورۃ فاتحہ ام القرآن پڑھتے ہی دل کی کایا پلٹ گئی۔ توبہ، ندامت غالب ہوئی اور نماز شروع کر دی۔

جب محلے کی مسجد سے تعلق ہوا تو مولانا نور محمد ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ خطیب جامع مسجد اونچی آراے بازار کے درس قرآن نے دل جیت لیا۔ نوجوان جامع اشرفیہ سے فارغ تحصیل، بہت ہی آسان اچھے طریقہ سے عام فہم انداز میں درس دیتے تھے۔ ماشاء اللہ متقی پرہیزگار، بہت صفات والے۔ ان سے محترم حضرت جی مولانا غلام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ بارہا سنا کہ عجیب شخصیت ہیں۔

دوسری شخصیت جن سے میں بہت زیادہ متاثر ہوا وہ حاجی عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ تھے جن کو میں اپنا محسن عظیم مانتا ہوں۔ انتہائی سادہ زندگی ریلوے میں بچت برانچ میں ملازمت تھی۔ بہت ہی پاکیزہ زندگی، دل میں اثر کرنے والی باتیں۔ رپورٹ کے قریب شیرخان روڈ پر رہائش پذیر تھے۔ آراے بازار اکثر تشریف لاتے تھے اور مسجد والے ان کو بہت محبت عقیدت سے یاد کرتے تھے۔ محترم حضرت جی مولانا غلام ربانی رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت بھی حاصل تھی۔ مجھے ان سے بہت زیادہ محبت ہو گئی اور اکثر و بیشتر ان کی خدمت میں حاضری دیتا اور بہت فائدہ محسوس ہوتا۔ میری ابتدائی دینی تربیت میں سب سے زیادہ دخل ان ہی کا رہا اور ان ہی کی ترغیب سے محترم حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ سے اور تبلیغی جماعت سے تعلق ہوا۔ محترم حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ ہر دیوں میں لاہور تشریف لایا کرتے تھے۔

لاہور میں حلقہ ذکر محترم استاد جی قاری غلام مؤمن رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کر لیا کرتے تھے۔ پہلے حاجی عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ نے انکی خدمت میں جانے کے

لئے کہا۔ وہ بھی عجیب شخصیت تھے سادہ زندگی توجہ میں بڑی قوی تاثیر اللہ العزت نے عطا فرما رکھی تھی۔ حلقہ ذکر میں بہت فائدہ ہوتا تھا۔ بڑی قناعت پسند متوکلانہ طریقہ زندگی گزارتے تھے۔ محترم حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ بہت ہی محبت و عقیدت سے فرماتے رہتے تھے۔

”لاہور میں اور بھی محترم حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق والے احباب سے جب تذکرے سنے تو پھر ہٹ گرام کا سفر کیا اور محترم حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ الحمد للہ جیسا سنا تھا اس سے زیادہ بہتر پایا۔ پہلے ہی سفر میں تصوف کی حقیقت سمجھا دی اور اسکو سادہ آسان طریقہ سے سہل الحصول بنا دیا۔ دل کی کیفیت کو بیان کرنے کے لئے الفاظ نہیں۔ سادہ سادہ باتیں دل کی گہرائی میں اترتی چلی گئیں۔ شریعت کی پابندی سنت کا اتباع اصل مقصود فرماتے تھے۔ طریقت شریعت کی لونڈی ہے، طریقت شریعت کے تابع ہے، طریقت شریعت کی معاون ہے طریقت شریعت پر ڈالنے کے لئے ہے۔ ۱۹۷۴ء سے ۱۹۹۷ء تک بہت قریب سے محترم حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھنے کا موقع اللہ العزت نے عطا فرمایا زندگی کا ہر پہلو شریعت مطہرہ کے مطابق پایا۔ باریکیوں تک سنت مستحبات تک کی پابندی سکھانا آپ کی عادت مبارک تھی۔ الحمد للہ تربیت عملی تھی خود ماشاء اللہ فقیر تھے اور اس میں گہری نظر تھی۔ شریعت و طریقت کے جامع کمالات تھے۔ اللہ پاک آپ کی قبر مبارک کو نور سے منور فرمائے بہترین طرز تربیت تھا۔ محترم حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کی بے پناہ شفقت فرماتے تھے ان ہی کے حکم کی تعمیل میں یہ سلسلہ جاری ہے اللہ پاک قبول و منظور فرمائیں۔“

آپ کے متوسلین میں لمبے چوڑے وظائف کا تذکرہ اور مذاکرہ حیرت انگیز حد تک مفقود ہے اور تذکرہ اگر ہے تو اللہ سبحانہ تعالیٰ کی محبت کا جو اصل ہے۔

☆ رسوم و رواج سے بیزار یہ حضرت کا خاص وصف ہے۔ مجالس و اجتماعات کی مقصدیت کو برقرار رکھنا یہ آپ کی اولین خواہش ہوتی ہے۔ اور جہاں یہ محسوس ہونے لگے کہ کوئی اجتماع اپنی ذات میں مقصد بننے لگا ہے آپ فوراً اس کو سد باب فرما کر یا تو نفس اجتماع کو ہی موقوف فرمادیتے ہیں یا اس کی ہیت بدل کر اصل روح کو بیدار فرماتے ہیں۔

☆ خلاف عادت و اذیت کا ظہور اور اولیاء کرام کی کرامات اور مکاشفات عوام الناس کے نزدیک کو یا اصل تصوف ہیں اور ایک بڑے صحیح العقیدہ طبقے کے نزدیک بھی باعث دلچسپی اور محمود و مطلوب ضرور ہیں۔ حضرت والا محقق صوفیاء کی اتباع میں تصوف کی اصل روح کو سامنے لا کر ان کرامات اور مکاشفات میں استغراق کو بھی ایک حجاب سے تعبیر فرماتے ہیں اور اپنے ہر متعلق کے دل و دماغ میں اس حقیقت کو اتارتے ہیں کہ اصل مشاہدہ تو صفات باری تعالیٰ کا ہے نہ کہ کرامات و مکاشفات کے ذریعے مخلوقات کا۔

سرزمین حجاز اور دینی خدمات:

1977ء میں جب سعودی آرامکو میں ملازمت کے مواقع سامنے آتے تو حضرت صرف کسب معاش کی غرض سے سعودی عرب جانے کے حق میں نہیں تھے لیکن آپ کے شیخ حضرت مولانا غلام ربانی نے آپ کو حکم فرمایا ”آپ عربستان تشریف لے جائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سے وہاں دین کا کام لیں گے۔“ بعد میں آنے والے واقعات نے حضرت مولانا غلام ربانی کی بات سچ ثابت کر دی۔ سرزمین حجاز میں کئی سعادتیں آپ کی منتظر تھیں۔ سرزمین حجاز میں جہاں مکہ المکرمہ اور مدینۃ المنورۃ کے فیض مکانی سے آپ متور ہوئے وہاں سب سے پہلے سلسلہء نقشبندیہ نیور یہ کا تعارف کروانے کا ذریعہ بھی بنے۔ تھوڑے ہی عرصے میں ایک معتد بہ طبقہ



آپ سے متعارف ہو چکا تھا اور آپ سے روحانی فیض حاصل کرنے والوں کی اچھی خاصی تعداد وجود میں آچکی تھی۔ حضرت والا کے قدیم رفقاء اور خلفاء سعودی عرب میں قیام کے زمانے میں ہی آپ سے متعارف ہوئے اور ابھی تک سرزمین حجاز میں مختلف شہروں میں اور طبقتوں میں اصلاحِ نفوس کی عالیٰ محنت میں لگے ہوئے ہیں۔

حضرت صوفی مقبول احمد مدظلہ العالی اور شہرہ آفاق تبلیغی محنت:

برصغیر پاک و ہند تو درکنار شاید ہی امت مسلمہ کا کوئی خطہ ایسا ہو جہاں شہرہ آفاق تبلیغی جماعت کی محنت کے اثرات نہ پہنچے ہوں۔ پیکرِ اخلاص حضرت مولانا الیاس کی شروع کردہ یہ تبلیغی محنت امت کے ایک بڑے طبقہ میں بالکل پیدا کر چکی ہے۔ 1974ء میں حضرت تبلیغ کے کام سے متعارف ہوئے۔ فطری سعادت نے کم پر راضی رہنے کو قبول نہ کیا۔ 1975ء میں باقاعدہ تین چلے جماعت میں لگائے۔ جس وقت تین چلے والے خال خالی نظر آتے تھے۔ سرزمین حجاز میں بھی اصلاح و تزکیہ کی محنت کے ساتھ، دعوت و تبلیغ کی محنت میں منہمک رہے۔ یہ وہ دور تھا جبکہ عمومی دعوت کی محنت پر کسی قسم کا کوئی قانونی پابندیاں نہیں تھیں۔ دور دراز کے علاقوں میں جماعت کا کوئی بھی تقاضا آتا آپ بغیر کسی ہچکچاہٹ کے پیش ہوتے۔ اس وقت کا سعودی عرب آج کے سعودی عرب کی طرح متمدن نہ تھا۔ شہروں سے ہٹ کر دور دراز بستیوں میں ابھی تک پسماندگی کے اثرات تھے۔ لیکن راہِ حق کی دعوت کی خاطر آپ نے ہر قسم کے مالی و جسمانی مجاہدے کو برداشت کیا۔ اسی عمومی دعوت و تبلیغ کی محنت کے ذریعے سے آپ اہل عرب کی ثقافت، تہذیب، فطری سادگی، مہمان نوازی اور پختگی، عقائد سے متعارف ہوئے۔ اہل عرب سے اس قریبی تعلق نے حضرت والا کی شخصیت اور باطنی کمالات کو چار چاند لگا دیئے جسکی وجہ سے اہل عرب بھی آپ کے گرویدہ ہو گئے۔ دعوت و تبلیغ سے یہ

عملی تعلق کا نتیجہ ہے کہ آپ کے متعلقین بھی ذوق و شوق سے شرکت کرتے ہیں اور کئی حضرات کے بیرون ممالک کے بھی سفر ہو چکے ہیں۔

ریس التبلیغ فی العرب حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق:

1979ء کے اوائل میں حرم شریف میں وہ افسوس ناک واقعہ پیش آیا جسکی وجہ سے سعودی عرب میں نہ صرف ہر قسم کی دینی محنت پر قانونی پابندیاں لگیں بلکہ جانچ پڑتال کا ایک ایسا قانونی سلسلہ شروع ہوا کہ اچھے خاصے دیندار لوگ ہمت کا دامن چھوڑ بیٹھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت پر اس کڑے وقت میں خصوصی رحمت فرمائی اور آپ عزیمت کی مشعل ہاتھ میں تھامے مصائب کی تاریکیوں میں بڑھتے رہے۔ اس دور میں بھی آپ کا تبلیغ سے تعلق کم نہ ہوا بلکہ آپ نے انفرادی ملاقاتوں اور بیٹھکوں میں کام کے ذریعے اپنے رفقاء کو دوبارہ مستعد کر دیا۔ آپ کا یہ مجاہدانہ اور مثالی عمل حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق کا سبب بنا۔ جب بھی موقع ملتا آپ مولانا سعید احمد خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور مولانا بھی بہت شفقت فرماتے۔ حضرت مولانا کے مقام اور مرتبے کو جاننے کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ آپ براہ راست مولانا الیاس کے تربیت یافتہ اور مولانا زکریا کے اجازت یافتہ تھے۔ آپ اپنے ذاتی اور تبلیغی مشورے مولانا سے فرماتے تھے۔ آپس میں محبت کا یہ عالم تھا کہ تین مرتبہ حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کی رہائش گاہ پر بھی تشریف لائے۔ حضرت شیخ اور مولانا سعید احمد خان صاحب کے درمیان ہدایہ کے باہمی تبادلے بھی ہوتے رہتے تھے۔ اور مولانا کا ایک ہدیہ تو حضرت کو مولانا کی وفات کے بعد ملا جو آج بھی محفوظ ہے۔

سعودی عرب سے وطن واپسی:

والدہ کی شدید خواہش پر (جس کا اظہار آپ کی والدہ نے ہمیشہ سے کیا) آپ 1988ء میں سعودی عرب سے واپس پاکستان تشریف لے آئے۔ 1991ء سے 1993ء تک ہر سال تبلیغ میں تین چلے لگاتے رہے۔ دعوت و تبلیغ میں انہماک کی وجہ سے 1993ء میں آپ رائے ونڈ میں مقیم ہو گئے۔ تقریباً پونے دو سال 1994ء تک آپ مقیم رہے اور پھر کمر میں شدید تکلیف اور اہلیہ محترمہ کی علالت کے باعث رانیونڈ میں مرکزی مشورے میں طے ہوا کہ آپ گھر واپس تشریف لے جائیں۔

اہل علم سے تعلق:

حضرت خود فرماتے ہیں کہ ”ہمیشہ اہل علم سے پوچھ پوچھ کر چلنے کی عادت رہی“ جب آپ نے الفلاح ٹاؤن میں مسجد تعمیر فرمائی سب سے پہلے وقف اور مسجد کے تمام مسائل معلوم کئے۔ یہی وجہ ہے کہ پہلے بھی حضرت مفتی ولی حسن ٹوکی، حضرت مفتی جمیل احمد تھانوی، حضرت مولانا عاشق الہی بلند شہری، مفتی عبدالرشید، مفتی عبدالحمید سے مکاتبت رہی اور مسائل معلوم کرتے رہے۔ مولانا سعید احمد خان سے تعلق کی تفصیلات تو پہلے گزر چکی ہیں۔ فی زمانہ بھی کئی علماء سے آپ کا قریبی تعلق ہے۔ جامعہ حمادیہ کراچی کے مہتمم حضرت مولانا عبدالواحد صاحب دامت برکاتہم آپ سے بہت محبت کا اظہار فرماتے ہیں۔ کراچی کے سفر میں حضرت بھی مولانا سے ملاقات کے لئے ضرور تشریف لے جاتے ہیں۔ کراچی میں ہی غفور یہ مسجد کے حضرت مولانا شمس الرحمان صاحب دامت برکاتہم سے بھی آپ کے خصوصی تعلقات ہیں۔ حضرت مفتی مختار الدین صاحب (کروند والے) جب بھی تشریف لاتے ہیں آپ کی خانقاہ میں ضرور قیام فرماتے ہیں۔ جامع الصفات حضرت مفتی محمود الحسن صاحب دامت برکاتہم مہتمم

جامعہ ابوہریرہ مظفر آباد سے بھی آپ کے قریبی تعلقات ہیں۔ آپ کے سلسلہء ارادت میں کئی علماء کرام بھی داخل ہیں۔

موضوع اور حضرت شیخ:

جیسا کہ ہمارے قارئین کو اندازہ ہو چکا ہوگا کہ حضرت والا معاشرے کے ہر طبقے سے تعلق رکھنے والوں کی نفسیات کو پہچانتے ہیں اسی لئے اس چبھتے ہوئے موضوع کے آخر آپس میں یہ اختلاف کیوں؟ کی تشفی کے لئے اہل علم کے لئے تو بہت ساسامان تھا لیکن ایک عام فہم آدمی کی سطح پر اتر کر ان سوالات کے جواب دینا آسان نہ تھا۔ ہمیں یقین ہے کہ حضرت والا کی ہمہ گیر شخصیت سے تعارف حاصل کرنے کے بعد جو بھی طلب ہدایت کے ساتھ اس کتابچے کو پڑھے گا باذنہ تعالیٰ اس کو ضرور نفع ہوگا۔ **هذا ما عندی الصواب عند اللہ و هو یقول الحق و یرد السیئیل۔ و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین۔**

مولانا سید ہشام مغربی

کیا زخدا م حضرت صوفی مقبول احمد

## حقیقت اختلاف امت

صحابہ کے لئے حضور ﷺ کی صحبت ہی کافی تھی

یہ جناب رسول اکرم ﷺ کا معجزہ تھا۔۔۔ جناب رسول اکرم ﷺ کے قلبِ اطہر کے اندر۔۔۔ اللہ نے قوی تاثیر رکھی تھی کہ۔۔۔ جو ایمان کے ساتھ آپ کی مجلس میں آجاتا۔۔۔ عقیدت کے ساتھ۔۔۔ محبت کے ساتھ۔۔۔ اطاعت کے جذبے کے ساتھ۔۔۔ آپ کے قلبِ اطہر سے نور کی شعاعیں ان کو ایسے صاف کر دیتی تھیں کہ۔۔۔ ذرا سا شک بھی عمل پر نہیں رہتا تھا۔۔۔

خیر الناسِ قرنی۔۔۔ سب سے بہترین زمانہ میرا

اسی لئے جناب رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔۔۔ خیر الناسِ قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم (۱)۔۔۔ سب سے بہترین جو زمانہ ہے۔۔۔ وہ میرا ہے۔۔۔ اور سب سے بہترین لوگ کون ہیں؟۔۔۔ وہ صحابہ کرامؓ۔۔۔ پھر اس کے بعد کا۔۔۔ پھر اس کے بعد کا۔۔۔ پھر تابعین کا زمانہ۔۔۔ پھر تبع تابعین کا زمانہ۔۔۔ تو دین کی اصل ہمیں کہاں سے ملے گی؟۔۔۔ اس زمانہ سے۔۔۔ دین کی بنیاد۔۔۔

بہترین لوگ میرے زمانے کے ہیں پھر وہ لوگ جو ان سے ملیں گے، پھر وہ لوگ جو ان سے

ملیں گے) (البخاری کتاب الشهادات ۲۴۵۸)

۔۔۔ اس زمانہ میں۔۔۔ دین کی اصل ملے گی اس زمانہ میں۔۔۔ جنہوں نے دین کو براہ راست رسول اکرم ﷺ سے لیا۔۔۔ پھر وہ خوش نصیب لوگ ہیں۔۔۔ جنہوں نے حضور اکرم ﷺ کی زیارت تو نہیں کی۔۔۔ لیکن حضور اکرم ﷺ کی زیارت کرنے والوں کی صحبت اٹھائی۔۔۔ اور ان سے پوچھ پوچھ کر۔۔۔ اور ان کو دیکھ دیکھ کر۔۔۔ دین کو لیا۔۔۔ اور پھر اس کے بعد تھے وہ خوش نصیب لوگ۔۔۔ جنہوں نے صحابہ کرامؓ کی زیارت نہیں کی۔۔۔ جناب رسول کریم ﷺ کی زیارت نہیں کی۔۔۔ لیکن ان کی زیارت کی۔۔۔ ان کی صحبت اٹھائی۔۔۔ جنہوں نے حضور اکرم ﷺ کے صحبت یافتہ صحابہ کی صحبت حاصل کی۔۔۔

اسلام کتابی نہیں، عملی شکل میں تھا

صحابہ کرامؓ نے جناب رسول اکرم ﷺ کو عمل کرتے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔۔۔ اور اس کی نقل اتاری۔۔۔ آپ کی صحبت میں آتے تھے۔۔۔ آپ کے ارشاد سنتے تھے۔۔۔ آپ کے اقوال سنتے تھے۔۔۔ آپ کے احوال کو دیکھتے تھے۔۔۔ اور زندگیوں میں لے آتے تھے۔۔۔ اس زمانے میں کوئی کتاب تھی دین کی؟۔۔۔ قرآن نہیں تھا (کتابی شکل میں)۔۔۔ جس شکل میں آج قرآن ہمارے پاس ہے۔۔۔ حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں قرآن اس شکل میں نہیں تھا۔۔۔ صحابہؓ جو حفاظ تھے ان کے سینوں میں تھا۔۔۔ یا کاتبین وحی۔۔۔ جن کو لکھوایا کرتے تھے۔۔۔ ان کے پاس تھا۔۔۔ کتابی شکل میں نہیں تھا۔۔۔ اور فقہ کی کوئی کتاب۔۔۔ حدیث کی کوئی کتاب۔۔۔ دین کی کوئی کتاب (مثل موجودہ کتب نہیں تھی)۔۔۔ سب عملی نمونہ تھے۔۔۔ اس لئے کسی نے کہا کہ قرآن کو دیکھنا ہے تو صحابہؓ کو دیکھو۔۔۔ چلتے پھرتے قرآن تھے وہ۔۔۔ قرآن سینوں ہی میں نہیں تھا۔۔۔ بلکہ عملی زندگی

میں تھا۔۔۔ جناب رسول اکرم ﷺ کے ارشادات کسی کتاب میں نہیں تھے (بلکہ صحیفوں میں تھے)۔۔۔ ان کی زندگیوں کے اندر تھے۔۔۔

### قرآن کی حفاظت و کتابت۔۔۔ احداث للددین

اسی لئے جناب رسول کریم ﷺ کا وصال جب ہو گیا۔۔۔ تو وصال کے بعد۔۔۔ پھر ارتداد کا ایک حملہ ہوا۔۔۔ اور جھوٹے نبی مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا۔۔۔ اور اس کے خلاف پھر قتال ہوا۔۔۔ جو جہاد ہوا۔۔۔ اس میں کئی حفاظ شہید ہو گئے۔۔۔ جب حفاظ شہید ہوئے تو فکر لگ گئی۔۔۔ کہ اگر یہ سارے شہید ہو گئے تو یہ قرآن محفوظ نہیں رہے گا۔۔۔ اس پر مشورہ ہوا کہ اب قرآن کو جمع کر کے کتابی شکل میں جمع کر لیا جائے۔۔۔ ابھی تو۔۔۔ حضور اکرم ﷺ سے براہ راست۔۔۔ جنہوں نے قرآن سن کر حفظ کیا۔۔۔ وہ موجود ہیں۔۔۔ ابھی وہ موجود ہیں۔۔۔ جنہوں نے آپ سے سن کر لکھا ہوا ہے۔۔۔ ابھی وہ زمانہ ہے کہ ان سے سن کر محفوظ کر سکتے ہیں۔۔۔ اگر یہ رخصت ہو گئے تو پھر۔۔۔ قرآن محفوظ (نہیں رہے گا)۔۔۔ یہ سوچ بچار ہوئی تھی۔۔۔ پہلے مرحلے کے اندر

### احداث للددین اور احداث فی الدین

جان لینا چاہئے کہ شریعت کے احکامات دو قسم کے ہیں ایک قسم ان احکامات کی ہے جن کا حکم بھی اللہ تعالیٰ نے دیا اور ان کو ادا کرنے کا مخصوص اور متعین طریقہ بھی سکھادیا، مثلاً نماز، روزہ، حج وغیرہ اور بعض امور کا حکم تو دیا لیکن ان کی ادائیگی کے لئے کوئی خاص طریقہ مقرر نہیں کیا بلکہ مختلف حالات اور اور میں مختلف طریقے اختیار کرنے کی اجازت دے دی مثلاً امر بالمعروف ونہی عن المنکر، جہاد، تعلیم و تعلم، تزکیہ نفس و اصلاح وغیرہ۔ اس قسم کے احکامات کو ادا کرنے کے لئے جو مختلف ذرائع اور وسائل اختیار کئے جاتے ہیں ان کو احداث للددین کہتے ہیں یعنی دین کے لئے کسی جائز چیز کو اختیار کرنا۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

حضرت صدیق اکبرؓ نے اس رائے سے اتفاق نہیں کیا۔۔۔ کہ جس کام کو حضور ﷺ نے نہیں کیا۔۔۔ میں کیسے کروں؟۔۔۔ لیکن سوچ بچار ہوتی رہی۔۔۔ ہوتی رہی۔۔۔ یہاں تک کہ آپ کا شرح صدر ہو گیا۔۔۔ کہ واقعی قرآن کا محفوظ کرنا مقصود ہے۔۔۔ قیامت تک انسانوں کو قرآن پہنچانا ہے۔۔۔ پہلے قرآن کو سیکھنے کے لئے حضور اکرم ﷺ کی صحبت ہی کافی تھی۔۔۔ اس لئے اس وقت تمام حفاظ بیٹھے۔۔۔ کاتبین وحی بیٹھے۔۔۔ اور پورا قرآن اسی طرح محفوظ کیا۔۔۔ جیسے کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔۔۔ کیوں جی اس کام کو کوئی بدعت کہے گا؟۔۔۔ حضور ﷺ کے زمانے میں تو نہیں تھا۔۔۔ اس لئے اس کو بدعت نہیں کہا جائے گا۔۔۔ کہ قرآن کو محفوظ کرنا مقصود تھا۔۔۔ اب قرآن کے حصول کا جو ذریعہ۔۔۔ حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں موجود تھا۔۔۔ وہ نہیں رہا۔۔۔ اب اس طریقہ سے آپ کی صحبت نہیں میسر۔۔۔ اب آپ سے براہ راست لینا ممکن ہی نہیں رہا۔۔۔ اس لئے اب اس کو کتابی شکل میں محفوظ کرنا ہے۔۔۔ اس کو کہتے ہیں احداث للددین۔۔۔ ایک ایسی چیز جو حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں نہیں تھی۔۔۔ نہ شریعت مطہرہ میں مقصود تھی۔۔۔ اس کو آدمی وضع کر لے۔۔۔ گھڑ لے۔۔۔ اور اس کو آدمی خود دین سمجھ کر کرے۔۔۔ اس کو کہا بدعت۔۔۔ اس کو احداث فی الدین کہتے ہیں۔۔۔ لیکن یہ شکل (قرآن کو جمع کرنا) احداث للددین ہے۔۔۔ اس کو کبھی کسی نے بدعت نہیں کہا۔۔۔

(گزشتہ صفحہ سے) اس کے برخلاف ایسے کام جو عہد رسالت ﷺ میں، دور خلفائے راشدین میں یا خیر القرون تابعین، تبع تابعین کے دور میں ہو سکتے تھے لیکن پھر بھی ان کو اس دور میں ان مبارک ستیوں نے اختیار نہیں کیا اور آج اس کو عین دین سمجھ کر اور باعث ثواب سمجھ کر اختیار کیا جائے تو یہ احداث فی الدین کہلائے گا یعنی دین کے اندر کسی نئی چیز کا اضافہ اس کو ہی بدعت کہتے ہیں یہی گمراہی بھی ہے اور مذموم بھی۔

## قرآن پر اعراب --- احداث اللدین

اب اسلام پھیلنا شروع ہوا۔۔۔ پہلے تو عرب میں تھا۔۔۔ عربوں کو اعراب کی ضرورت نہیں تھی۔۔۔ جس طرح ہم یہ کتاب پڑھتے ہیں۔۔۔ اس کتاب کو پڑھنے کے لئے ہمیں اعراب کی ضرورت ہے۔۔۔ اہل زبان کو اعراب کی ضرورت نہیں ہوتی۔۔۔ لیکن جب عرب سے نکل کر اسلام۔۔۔ دوسرے علاقوں میں جانا شروع ہوا۔۔۔ تو جو عربی نہیں جانتے تھے۔۔۔ تو خدشہ ہوا کہ یہ عربی جانتے نہیں ہیں۔۔۔ یہ کچھ کو کچھ پڑھ دیں گے۔۔۔ جیسے بکری لکھنے میں۔۔۔ اور بکری لکھنے میں ایک ہی ہے ماں۔۔۔ کوئی بکری کو بکری پڑھنے لگ پڑے۔۔۔ دونوں کے معنوں میں فرق ہے ماں۔۔۔ ایک زبر۔۔۔ ایک زیر۔۔۔ شیر اور شیر لکھنے میں ایک۔۔۔ ایک زبر اور زیر کے فرق سے معنی بدل جاتے ہیں۔۔۔ تو قرآن کے اندر معنوں کے تغیر کا خدشہ پیدا ہوا۔۔۔ بعد کے زمانہ کے اندر اس پر اعراب لگے۔۔۔ تو اعراب لگنا کیا ہیں؟۔۔۔ ان کو بدعت نہیں کہا جائے گا۔۔۔ یہ احداث اللدین ہیں۔۔۔ اب اس کی ضرورت محسوس ہوئی۔۔۔

## فقہ۔۔۔ دین کی سمجھ بوجھ

اسی طریقے سے اس وقت تک تو یہ ہو رہا تھا۔۔۔ کہ جناب نبی اکرم ﷺ کے صحبت یافتہ آپ کو عملی شکل میں دیکھ کر دنیا میں بکھرے پڑے تھے۔۔۔ عرب کے قرب و جوار کے اندر۔۔۔ اور لوگ ان کو دیکھ دیکھ کر۔۔۔ ان سے پوچھ پوچھ کر اعمال کر رہے تھے۔۔۔ آپ نے فرمایا کہ۔۔۔ **صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي اَصْلَى (۱)**۔۔۔ ایسی نماز

ان نماز ایسے پڑھو جیسے تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ البخاری کتاب الادب ۹۵۴

پڑھو۔۔۔ جیسی مجھے نماز پڑھتا ہوا دیکھتے ہو۔۔۔ تو جیسے دیکھا ویسے پڑھ رہے۔۔۔ ان کو دیکھ کر ویسے پڑھ رہے۔۔۔ نماز کی کوئی کتاب نہیں تھی۔۔۔ فقہ کی کوئی کتاب نہیں تھی (مثل موجودہ کتب نہیں تھی)۔۔۔ احکام موجود ہیں۔۔۔ لیکن احکام کہاں ہیں؟۔۔۔ زندگیوں کے اندر ہیں۔۔۔ ان کو دیکھتے رہے۔۔۔ اور عمل کرتے جا رہے۔۔۔ اب صحابہؓ کا زمانہ ایسے ہی گزرا۔۔۔ تابعین کا زمانہ۔۔۔ پھر تبع تابعین کا زمانہ۔۔۔ یعنی ایک زمانہ ایسا آیا کہ چند ایک صحابہؓ موجود ہیں۔۔۔ تابعین موجود ہیں۔۔۔ تو تبع تابعین کے زمانہ میں اس چیز کی ضرورت محسوس ہوئی۔۔۔ کہ ابھی تو حضور ﷺ کو دیکھے ہوئے لوگ موجود ہیں۔۔۔ اور ان کے صحبت یافتہ لوگ موجود ہیں۔۔۔ اگر ابھی ہم دین کو محفوظ کر لیں گے تو قیامت تک چلتا رہے گا۔۔۔ ورنہ پھر یہ مشکل ہو جائے گا۔۔۔ اس پر فقہ وجود میں آیا۔۔۔ فقہ کیا ہے؟۔۔۔ دین کی سمجھ۔۔۔ کہ ان سے پوچھ پوچھ کر۔۔۔

## مسجد جواثا۔۔۔ اسلام کی دوسری جامع مسجد

اب یہ ضرور ہوا کہ چونکہ حضور ﷺ کے زمانے میں۔۔۔ سو فیصد صحابہؓ ٹوٹی صد زمانہ آپ کے ساتھ نہیں رہے۔۔۔ دنیا کی مختلف جگہوں سے آئے۔۔۔ اس وقت میں سفر آسان نہیں تھے۔۔۔ منطقہ شرقیہ سعودیہ کے اندر ایک جگہ ہے الاحصاء۔۔۔ وہاں ریگستان کے اندر ایک نخلستان ہے۔۔۔ نخلستان جانتے ہیں ماں۔۔۔ ریت ہی ریت۔۔۔ دور دور تک۔۔۔ سینکڑوں میل میں۔۔۔ اس میں ایک چھوٹا سا خطہ ایسا آجاتا ہے۔۔۔ جہاں چشمہ۔۔۔ پانی اور درخت اُگ جاتے ہیں۔۔۔ اسے نخلستان کہتے ہیں۔۔۔ آج بھی موجود ہے۔۔۔ اللہ نے ہمیں موقع دیا وہاں جانے کا۔۔۔ وہاں صحابہؓ کے آثار ہیں۔۔۔ ایک مسجد کے آثار ہیں۔۔۔ قدیم مسجد کے۔۔۔ وہاں بخاری شریف کی ایک حدیث لکھی ہوئی

ہے۔۔۔ اسلام کی دوسری جامع مسجد ہے۔۔۔ جامع مسجد جواٹا۔۔۔ قصہ اس کا یہ ہے کہ یہاں قبیلہ بنوقیس آباد تھا۔۔۔ ایک ہزار میل تقریباً دور تھے وہاں سے۔۔۔ ان کو خبر ملی کہ ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔۔۔ تو انہوں نے وہاں سے سفر کیا۔۔۔ اور سفر وہاں کے کیسے ہوتے تھے۔۔۔ مہینوں کے سفر ہوتے تھے۔۔۔ تو مہینوں کی مسافت طے کر کے آئے۔۔۔ اور حضور قدس ﷺ کی صحبت میں ایمان لائے۔۔۔ اور آپ سے اسلام کے احکام سیکھے۔۔۔ اس وقت جمعہ کا پہلی دفعہ حکم آیا۔۔۔ تو آپ نے جمعہ قائم کیا۔۔۔ اور انہیں کہا کہ اپنے ہاں جمعہ قائم کرنا۔۔۔ تو پہلی مسجد یہاں۔۔۔ اور دوسری مسجد ان کے ہاں بنی۔۔۔ جہاں انہوں نے جمعہ قائم کیا۔۔۔ لیکن تاریخ بتاتی ہے کہ یہ دوبارہ وہاں جانہیں پائے۔۔۔ اس وقت سفر اتنے مشکل ہوتے تھے۔۔۔ آسان نہیں تھے۔۔۔

### فقہ میں اختلاف کی وجہ

ایک مثال بتا رہا ہوں۔۔۔ ایسے صحابہؓ۔۔۔ جہاد کے لئے نکلے ہیں۔۔۔ چلے جارہے۔۔۔ چلے جارہے۔۔۔ اور دین آرہا ہے مدریجاً۔۔۔ کتابی شکل میں آیا نہیں ہوا۔۔۔ پورا کا پورا۔۔۔ احکام آرہے ہیں۔۔۔ تبدیلیاں آرہی ہیں۔۔۔ کئی سال کے عرصے کے اندر۔۔۔ اب جب اس زمانے میں۔۔۔ اس کی فکر ہوئی۔۔۔ کہ دین کا فہم۔۔۔ فقہ۔۔۔ تفقہ فی الدین۔۔۔ اس کو حاصل کر کے محفوظ کیا جائے۔۔۔ اس میں پھر یہ ہوا۔۔۔ کہ جس نے جہاں جس کو دیکھا۔۔۔ اور اس نے جس طریقے سے فہم حاصل کیا تھا نقل کر دیا۔۔۔ یہ میں عرض کر رہا ہوں کہ۔۔۔ اختلاف کی وجہ کیا بنی۔۔۔ یہ شافعی کیوں ہے جی۔۔۔ یہ حنبلی کیوں ہے۔۔۔ یہ مالکی کیوں ہے۔۔۔ دین تو ایک ہے۔۔۔ قرآن تو ایک ہے۔۔۔ رسول ﷺ ایک ہے۔۔۔ اللہ ایک ہے۔۔۔ تو اس کی وجہ یہ بنی۔۔۔ رفع یدین

ہو رہی۔۔۔ بعد میں منسوخ ہوگئی۔۔۔ اب جنہوں نے رفع یدین کو دیکھا۔۔۔ منسوخی کا علم ان کو نہیں ہوا۔۔۔ انہوں نے منسوخ نہیں کیا۔۔۔ دین ہی باقی ہے۔۔۔ اب جب فقہ جمع کرنا شروع کیا۔۔۔ اب کسی کا اس زمانے کو دھیان گیا۔۔۔ تو ان کو وہ لوگ ملے۔۔۔ جنہوں نے حضور ﷺ کا پہلا زمانہ دیکھا تھا۔۔۔ اور کچھ وہ۔۔۔ جنہوں نے دیکھا کہ حضور ﷺ کے اخیر زمانے میں۔۔۔ یہ شکل تھی۔۔۔ انہوں نے اس کو لے لیا۔۔۔ اس طریقے سے حضور ﷺ کی پوری زندگی امت کے اندر بکھری پڑی ہے۔۔۔ سارے زمانے کی سنتیں موجود ہیں۔۔۔ کسی نے اس کو لیا۔۔۔ کسی نے اس کو لیا۔۔۔ کسی نے اس کو۔۔۔

### حضور ﷺ کا عمل اور امر

جیسے حضور اقدس ﷺ کے زمانے کے اندر۔۔۔ صحابہؓ آپ کی صحبت میں۔۔۔ اپنے اندر ایسی ایمانی قوت لئے ہوئے تھے۔۔۔ وہ ایسے بیدار دل ہوتے تھے۔۔۔ کہ رات ساری اللہ کی عبادت میں قیام کیا کرتے تھے۔۔۔ عام تھا معمول۔۔۔ کیوں کے آپ ﷺ خود تہجد (کا اہتمام کرتے تھے)۔۔۔ صحابہؓ کے اندر شوق اور رغبت۔۔۔ تو رات ساری عبادت کیا کرتے تھے۔۔۔ اب دیکھیے جو آج کل ہمارا حال ہوتا ہے۔۔۔ جب ساری رات کوئی آدمی جاگتا ہے ماں۔۔۔ تو صبح کے وقت اس پر نیند کا غلبہ ہوتا ہے۔۔۔ اگر فجر کی نماز میں تاخیر کی جاتی۔۔۔ تو غلبے کی وجہ سے نماز رہ جاتی۔۔۔ اس لئے جناب نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں۔۔۔ مسجد نبوی میں۔۔۔ پہلے وقت میں۔۔۔ فجر کی نماز پڑھنے کا اہتمام تھا۔۔۔ کہ رات کے جاگے ہوئے ہیں۔۔۔ تو جیسے ہی صبح صادق ہوئی۔۔۔ اذان کہی۔۔۔ اور پہلے وقت میں فجر کی نماز پڑھ کر۔۔۔ کہ چلو اب جا کر تھوڑی دیر آرام کر لو۔۔۔ لیکن چونکہ دین قیامت تک چلنا تھا۔۔۔ جناب رسول اکرم ﷺ کے سامنے یہ

بات تھی۔۔۔ کہ بعد میں امتی جو ہیں۔۔۔ سارے تہجد کا اہتمام نہیں کر سکیں گے۔۔۔ آج کوئی عمل ہے اس پر جی۔۔۔ تہجد پڑھنے والے کتنے ملیں گے۔۔۔ امت کے اندر۔۔۔ ایک زمانہ ایسا آئے گا۔۔۔ کہ اس کا دستور نہیں رہے گا۔۔۔ اس کا رواج نہیں رہے گا۔۔۔ اور جو آدمی سویا ہوا ہوتا ہے۔۔۔ وہ نیند میں اتنا پھنسا ہوا ہوتا ہے۔۔۔ کہ اس کی جلدی آنکھ نہیں کھلتی۔۔۔ کیا فرمایا۔۔۔ کہ اسفروا بالفجر فانہ اعظم للأجر (۱)۔۔۔ حکم دیا کہ نماز اجالے میں پڑھو فجر کی۔۔۔ تو کتنا بھی ست الوجود ہوگا۔۔۔ کتنی بھی گہری نیند والا ہوگا۔۔۔ اس کی آنکھ کھل جائے گی۔۔۔ تاکہ سارے جماعت میں شریک ہو سکیں۔۔۔ اجالے میں۔۔۔ سورج نکلنے سے پہلے۔۔۔ وہ آپ کا عمل اول وقت پڑھنے کا۔۔۔ اور یہ آپ کا امر۔۔۔ حکم دیا۔۔۔ اب کسی نے عمل کو لے لیا۔۔۔ کسی نے امر کو لے لیا۔۔۔ جملگرا کس بات کا جی۔۔۔ وہ کہتے ہیں کہ عمل افضل ہے۔۔۔ کیونکہ آپ نے ایسے کیا۔۔۔ دوسرے کہتے ہیں کہ نہیں امر افضل ہے۔۔۔ کیونکہ آپ نے حکم دیا۔۔۔ چلو بھی تم نے عمل لے لیا۔۔۔ اس نے امر لے لیا۔۔۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ اور ان کے شاگردوں میں اختلاف

میں اس لئے عرض کر رہا ہوں۔۔۔ آج امت کے اندر تقسیم ڈالنے کے لئے۔۔۔ ان چیزوں کو لے کر اچھالا جا رہا ہے۔۔۔ نفرتیں پیدا کی جا رہی ہیں۔۔۔ ان نفرتوں کی دیوار کو مٹانے کی ضرورت ہے۔۔۔ حقیقت کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔۔۔ یہ فقہ جو بنا ہے۔۔۔ تو ایسی لڑائیاں نہیں تھیں۔۔۔ ایک تحقیق ہوتی تھی۔۔۔ امام اعظم۔۔۔ امام ابو حنیفہؒ

۱۔ فجر کی نماز روشن کر کے پڑھو کیونکہ یہ اجر کو زیادہ بڑھانے والا ہے۔ سنن ترمذی کتاب الصلاة ۱۴۲

۔۔۔ امام اعظم ایسے نہیں کہہ رہا۔۔۔ یہ واقعی حقیقت ہے۔۔۔ باقی امام ان کے۔۔۔ بالواسطہ یا بلاواسطہ شاگرد ہیں۔۔۔ شاگردوں کے شاگرد ہیں۔۔۔ لیکن یہ بے نفسی کی بات ہے۔۔۔ یہ للہیت کی بات ہے۔۔۔ کہ ان کے شاگردوں نے آپ سے اختلاف کیا۔۔۔ نزاع نہیں کیا۔۔۔ کیوں؟۔۔۔ یہ ایک امانت ہے۔۔۔ ان کا شرح صدر نہیں ہوا۔۔۔ کسی مسئلہ کو نہیں مانا۔۔۔ انہوں نے دیا تھا اس کو نقل کیا۔۔۔ کہ اس میں ہمارا ان سے اختلاف ہے۔۔۔ اور اصل یہ ہے۔۔۔ علماء کے جملگڑے نہیں ہوتے تھے۔۔۔ یہ اس زمانے کی پیداوار ہے۔۔۔ تو اس طریقہ کے ذریعے فقہ وجود کے اندر آیا۔۔۔

مدونین حدیث میں محدثین کی احتیاط

پھر اسی زمانے کے اندر فقہ کے بعد۔۔۔ پھر محدثین کا زمانہ ہے۔۔۔ تو اس چیز کی ضرورت محسوس ہوئی۔۔۔ کہ حضور ﷺ کے ارشادات نقل کرنے کے دوران۔۔۔ لوگ اپنی طرف سے بنا کر کہتے ہیں۔۔۔ کہ حضور ﷺ کا قول ہے۔۔۔ تو محدثین نے بڑی بڑی محنتیں کیں۔۔۔ جہاں سے پتا چلا۔۔۔ کہ حضور ﷺ کا ارشاد موجود ہے۔۔۔ حدیث موجود ہے۔۔۔ اس کے لئے سفر کیا۔۔۔ سینکڑوں سینکڑوں میل کا سفر کیا۔۔۔ اور اس کو جمع کرنے کے اندر محدثین نے اتنی احتیاط سے کام لیا ہے۔۔۔ واقعات موجود ہیں۔۔۔ جیسے کہیں لینے کے لئے گئے حدیث۔۔۔ سنا کہ فلاں کے پاس حدیث یہ ہے۔۔۔ تو وہاں دیکھا کہ وہ اپنے گھوڑے کو بلا رہا ہے۔۔۔ گرتا (جھولی) اس طرح کر کے۔۔۔ جیسے اس کے اندر کچھ (ہے)۔۔۔ تو گھوڑا بھاگا۔۔۔ کہ دانا ملے گا۔۔۔ وہاں پہنچا تو دیکھا کرتے میں کچھ نہیں۔۔۔ اس نے فوراً گھوڑے کو پکڑ لیا۔۔۔ ان محدث نے کہا کہ اس سے میں حدیث نہیں لوں گا۔۔۔ کیوں۔۔۔ یہ جھوٹا آدمی ہے۔۔۔ جو گھوڑے سے جھوٹ بول سکتا ہے۔۔۔ وہ

حضور ﷺ کے ارشادات نقل کرنے میں (بھی جھوٹ بول سکتا ہے)۔۔۔ احادیث ایسے نہیں جمع ہو گئیں۔۔۔ بڑی چھان چھنک کر جمع کی ہیں۔۔۔ اللہ کا نظام عجیب تھا۔۔۔ اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے قوت حافظہ بھی دی تھی۔۔۔ استعدادیں بھی دی تھیں۔۔۔ تو میرے دوستو اور بزرگو۔۔۔ یہ دین اس طرح اس زمانے میں محفوظ ہو گیا۔۔۔ فقہ کی شکل میں۔۔۔ حدیث کی شکل میں۔۔۔ قرآن کی شکل میں۔۔۔ آج۔۔۔ قیامت تک (کے لئے)۔۔۔ پوری دنیا کے اندر۔۔۔ چمک دمک کے ساتھ مدارس کے اندر چل رہا ہے۔۔۔ یہ تو حضور ﷺ کے ظاہری علوم کا حال تھا۔۔۔ قرآن۔۔۔ فقہ۔۔۔ حدیث۔۔۔ مدارس کے ذریعے سے یہ (محفوظ ہیں)

### حفاظتِ تزکیہ

پھر حضور ﷺ کی جو فکر تھی۔۔۔ تزکیہ کی۔۔۔ جس کو قرآن بتا رہا ہے۔۔۔ اللہ بتا رہے ہیں۔۔۔ کہ آپ کی بعثت کا مقصد کیا تھا۔۔۔ کہ آپ تو ان کے سامنے قرآن کی آیات تلاوت کریں۔۔۔ جیسے ہم نے اتاری ہیں۔۔۔ پھر ان آیات کے معنی سمجھائیں۔۔۔ پھر ان آیات کے معنی کے ساتھ۔۔۔ اس کی باریکیاں۔۔۔ حکمت کی باتیں بتائیں۔۔۔ اس کے ساتھ ان کے دلوں کا تزکیہ کریں۔۔۔ اب جس طریقہ سے آپ کی صحبت میں علم ملتا تھا۔۔۔ آپ کی صحبت میں تزکیہ ہو جاتا تھا۔۔۔ دل صاف ہو جاتا تھا۔۔۔ یہ آپ کی صحبت کی تاثیر تھی۔۔۔ تو آپ کے ظاہری علوم کو فقہائے کرام نے لیا۔۔۔ محدثین کرام نے لیا۔۔۔ علماء کرام نے لیا۔۔۔ اور یہ تزکیہ والی خوبی کو صوفیاء کرام نے لیا۔۔۔ مشائخ نے لیا۔۔۔ اس سے پھر یہ سلسلے وجود میں آئے۔۔۔ لیکن شروع میں نام نہیں تھے یہ۔۔۔ یہ سلسلے سارے۔۔۔ چار مشہور جو چل رہے ہیں۔۔۔ حضور اقدس ﷺ ہی سے چلے۔۔۔ لیکن یہ نام

نقشبندیہ۔۔۔ یہ قادریہ۔۔۔ یہ چشتیہ، سہروردیہ۔۔۔ پہلے (نہیں تھے)۔۔۔ نام تو تعارف کے لئے ہوتے ہیں۔۔۔ یہ فلاں کالج سے پڑھا ہے۔۔۔ یہ فلاں سکول سے پڑھا ہے۔۔۔ یہ فلاں شہر کا رہنے والا ہے۔۔۔ فلاں قبیلے کا ہے۔۔۔ تعارف کے لئے۔۔۔ اللہ پاک فرماتے ہیں ماں۔۔۔ کہ ہم نے قبائل و شعوب کس لئے پیدا کئے۔۔۔ وجعلنکم شعوباً و قبائل لتعارفوا (۱)۔۔۔ لیکن ان اکرمکم عند اللہ اتقکم (۲)۔۔۔ پینچر کے لئے نہیں کہ میں فلاں قبیلے کا ہوں۔۔۔ بلکہ ان اکرمکم عند اللہ اتقکم۔۔۔ اللہ کے ہاں جو بزرگی ہے۔۔۔ اللہ کے ہاں جو کرامت ہے۔۔۔ اللہ کے وہ ہے۔۔۔ جو زیادہ تقویٰ والا ہے۔۔۔ اسی طریقہ سے بعد میں ان کے نام پڑ گئے۔۔۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے قادریہ نام چلا۔۔۔ سلسلہ پہلے سے چلا آ رہا ہے۔۔۔ شجرہ دیکھیں گے تو حضور ﷺ سے چلا آ رہا ہے۔۔۔ لیکن قادریہ نام کب مشہور ہوا۔۔۔ آپ کے نام سے۔۔۔ چشتیہ۔۔۔ شروع سے چلا۔۔۔ نام بعد میں پڑا۔۔۔ سہروردیہ۔۔۔ شہاب الدین سہروردیؒ سے چلا۔۔۔ یہ خواجہ معین الدین چشتیؒ تھے۔۔۔ ایسے نقشبند نام جو ہے۔۔۔ یہ بہاؤ الدین نقشبندؒ کے نام سے مشہور ہوا۔۔۔ سلسلے شروع سے چلے آ رہے ہیں۔۔۔

### مقصودِ تصوف اور اصولِ تصوف

کل بھی عرض کیا تھا کہ۔۔۔ یہ سلسلے کیا ہیں۔۔۔ یہ علاج کے طریقے ہیں۔۔۔ دل

۱۔ اور تم کو مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنایا تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو۔ بیان القرآن

۲۔ اللہ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔ بیان القرآن



کے اندر جو روگ لگ جاتا ہے۔۔۔ دل کے اندر جو مرض لگ جاتا ہے۔۔۔ جو دل مانتا نہیں ہے۔۔۔ اتباع سنت کو۔۔۔ اتباع شریعت کو جو آمادگی نہیں ہے۔۔۔ یہ ازالے کے لئے ہے۔۔۔ کہ اندر کی رکاوٹیں دور ہوں۔۔۔ اور انسان شوق اور رغبت کے ساتھ اللہ کی اطاعت میں لگے۔۔۔ تو پھر جس طریقے سے بھی صاف کرالو۔۔۔ مقصود کیا ہے۔۔۔ کہ دل صاف، شفاف، صحت مند۔۔۔ اس لئے بیعت کا جو رواج چلا ہے۔۔۔ اس میں یہ آجاتا ہے کہ۔۔۔ بیعت کے اندر عجلت نہیں ہونی چاہیے۔۔۔ جلدی نہیں ہونی چاہیے۔۔۔ ایک استاد۔۔۔ ایک علاج۔۔۔ ایک ڈاکٹر۔۔۔ دیکھو۔۔۔ ایک وقت میں دو ڈاکٹروں سے علاج ہو سکتا ہے۔۔۔ شفا تو مل جائے گی۔۔۔ یکسوئی نہیں ہوگی۔۔۔ کیوں جی۔۔۔ ہوگی یکسوئی؟۔۔۔ میں ایک بزرگ کو جانتا ہوں۔۔۔ رائے و منہ کے قیام کے دوران۔۔۔ چار علاج ہو رہے۔۔۔ ہو میو پیٹھک۔۔۔ ایلو پیتھی۔۔۔ یہ یونانی۔۔۔ اور یہ عملیات۔۔۔ اور بیچارے پریشان رہتے تھے۔۔۔ میں بہتیرا کہتا۔۔۔ کہ حضرت ایک کر لو ایک۔۔۔ ایک وقت میں ایک ہی علاج صحیح ہوگا۔۔۔ پتا چلے۔۔۔ معالج ایک ہونا چاہئے۔۔۔ اس سے پوچھو۔۔۔ کبھی اس سے۔۔۔ نہیں صرف ایک۔۔۔ یکسوئی اس میں ہے۔۔۔ انتظام اس میں ہے۔۔۔ سہولت اس میں ہے۔۔۔ اسی لئے کہتے ہیں۔۔۔ شیخ ایک۔۔۔ اپنا مربی ایک تجویز کرے۔۔۔ لیکن تجویز کرے۔۔۔ سوچ سمجھ کر۔۔۔ یک در گیر۔۔۔ محکم گیر۔۔۔ ایک در پکڑے۔۔۔ پھر اس کو مضبوطی سے پکڑے۔۔۔ لیکن پکڑنے سے پہلے اچھی طرح (اطمینان کر لے)۔۔۔ جیسے مرض لگتا ہے۔۔۔ بعض کامیاب ہوتا ہے کہ مجھ کو ہو میو پیتھی پسند ہے۔۔۔ میں کہتا ہوں۔۔۔ ٹھیک ہے۔۔۔ کرالو ہو میو پیٹھک میں۔۔۔ نہیں جی۔۔۔ آج کل کی جدید سائنس جو ہے۔۔۔ یہ ٹھیک ہے۔۔۔ ٹھیک ہے۔۔۔ کرالو۔۔۔ کوئی کہتا ہے آکو پیکچر۔۔۔ ٹھیک ہے وہ کرالو۔۔۔ اصل تو یہ ہے کہ صحت حاصل ہو۔۔۔ اسی طرح اس میں ایک پکڑ

لو۔۔۔ جس پر دل جم جائے۔۔۔ جس کو دل مان لے۔۔۔ اچھی طرح تسلی کر کے۔۔۔ اور یہ سارے کا سارا اس لئے ہے کہ۔۔۔ شریعت پر چلا دے۔۔۔ اللہ ہم سب کو اس کی حقیقت نصیب فرمائے۔۔۔

### حنفی، حنبلی، شافعی اور مالکی چار مسلک ہیں

یہ میں نے مختصر سا آپ کے سامنے عرض کیا۔۔۔ اختلاف کی وجہ۔۔۔ اور یہ سلسلوں کی وجہ۔۔۔ ایک اختلاف ہمارے برصغیر میں آ کر شروع ہو گیا۔۔۔ بڑے فقہ تو یہی تھے ماں۔۔۔ حنفی۔۔۔ حنبلی۔۔۔ شافعی۔۔۔ مالکی۔۔۔ یہی ہیں ماں۔۔۔ یہ چار مسلک ہیں۔۔۔ فرتے نہیں ہیں۔۔۔ یہ ذہن میں رہے۔۔۔ حضور ﷺ کی حدیث کا مفہوم ہے۔۔۔ کہ میری امت میں کتنے فرتے ہوں گے؟۔۔۔ تہتر (۷۳)۔۔۔ بنی اسرائیل میں بہتر تھے۔۔۔ میری امت میں تہتر ہوں گے۔۔۔ ایک ہوگا ناجی۔۔۔ پوچھا وہ کون سا؟۔۔۔ فرمایا جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقوں پر ہوگا۔۔۔ یہ چاروں مسلک۔۔۔ یہ ایک ہی ہیں۔۔۔ یہ فرتے نہیں ہیں۔۔۔ یہ سب صحابہ کے طریق پر ہیں۔۔۔ اس لئے کبھی کہا جاتا ہے ماں۔۔۔ ان چاروں میں سے کوئی ایک کامیاب۔۔۔ نہیں نہیں۔۔۔ چاروں۔۔۔ بلکہ ہل حدیث۔۔۔ وہ بھی انہی میں ہیں۔۔۔ (صرف) جزویات میں اختلاف ہے۔۔۔ نماز کی رکعتوں میں اختلاف ہے جی؟ کسی میں جی؟۔۔۔ وضو کے اندر؟۔۔۔ رمضان کے روزے کے اندر؟۔۔۔ حج کے اندر؟۔۔۔ یہ کچی چیزیں ہیں (ان میں بالکل اختلاف نہیں)۔۔۔ صرف جزویات میں۔۔۔ چھوٹی چھوٹی چیزوں میں اختلاف ہے۔۔۔ جو میں نے بتایا ماں۔۔۔

حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوئیؒ۔۔۔ عاشق رسول ﷺ

لیکن ہمارے برصغیر میں آکر پھر تقسیم ہوگئی۔۔۔ ایسے ہی ہونا۔۔۔ ایک بڑا ادارہ جو ہے۔۔۔ دارالعلوم دیوبند کے نام سے۔۔۔ آغاز ہوا۔۔۔ مولانا قاسم نانوتویؒ اس کے بانی ہیں۔۔۔ اللہ والے بزرگ تھے۔۔۔ حضور اکرم ﷺ کے عاشق۔۔۔ ان کے اشعار پڑھو۔۔۔ توحیران ہو جاتا ہے۔۔۔ ایک پروپیگنڈہ کا زمانہ بھی آج چل پڑا ہے۔۔۔ کچھ سازشیوں نے۔۔۔ دشمنوں نے۔۔۔ اس امت کے اندر تقسیم ڈالنے کے لئے۔۔۔ ایک دوسرے کے خلاف نفرتیں پیدا کر دیں۔۔۔ ایسے تیر چھوڑیں ہیں۔۔۔ اور ایسی بدگمانیاں پیدا کی ہیں۔۔۔ ایک دوسرے کے خلاف ہو گئے۔۔۔ گستاخ رسول ﷺ۔۔۔ تو بہ تو بہ تو بہ۔۔۔ گستاخ رسول ﷺ مسلمان ہو سکتا ہے کوئی۔۔۔ ان کی آپ اٹھا کر دیکھ لیں تاریخ۔۔۔ ان کی زندگی محفوظ ہے۔۔۔ ان کے اشعار موجود ہیں۔۔۔ حضور اقدس ﷺ کی مدح کے اندر۔۔۔ ہاں یہ بات علیحدہ ہے۔۔۔ بعض اس کا اظہار علی الاعلان بہت کرتے ہیں۔۔۔ بعض اس کو اپنے اندر رکھتے ہیں۔۔۔ اور محبت اتباع کا نام ہے۔۔۔ کسی کو گمانی پسند ہے۔۔۔ کسی کو شہرت پسند ہے۔۔۔ کچھ نعتوں کو بر ملا خوب پڑھتے ہیں۔۔۔ اور کچھ اپنا محدود۔۔۔ موقع کے مطابق۔۔۔ کہتے ہیں۔۔۔ سنتے ہیں۔۔۔ پھر ان کے ساتھی مولانا رشید احمد گنگوئیؒ۔۔۔ دارالعلوم کے بانی دونوں ہی ہیں۔۔۔ ایک موقع پر مٹی کھا رہے آپ۔۔۔ مٹی مٹی۔۔۔ کون؟۔۔۔ رشید احمد گنگوئیؒ۔۔۔ کسی نے کہا کہ مٹی کھانا تو حرام ہے۔۔۔ اس پر فتویٰ ہے حرام کا۔۔۔ کہنے لگے۔۔۔ وہ کوئی اور ہوگی۔۔۔ یہ تو مدینہ کی مٹی ہے۔۔۔ ان کی کتاب میں یہ قصہ موجود ہے۔۔۔ تو کیا یہ حضور ﷺ سے محبت نہیں ہے۔۔۔ مدینہ کی کھجور کی گٹھلی کو کوٹ کر۔۔۔ اس کو پھانک جاتے تھے۔۔۔ کہ گٹھلی کو پھینکنا بے ادبی ہے۔۔۔ زندگی موجود ہے ان کی۔۔۔

سنی سنائی بات پر تحقیق ضروری ہے

تو عرض کر رہا تھا۔۔۔ ایک مدرسہ بریلی میں چلا۔۔۔ ایک دیوبندی میں۔۔۔ اب دونوں طرف۔۔۔ متشددین حضرات ہیں۔۔۔ انتہا پسند دونوں طرف ہیں نا۔۔۔ لیکن اعتدال کا راستہ یہ ہے کہ۔۔۔ بدگمانی نہ کریں ہم۔۔۔ دشمن نے بدگمانی پھیلائی۔۔۔ پروپیگنڈہ۔۔۔ اتنا پروپیگنڈہ۔۔۔ اتنا پروپیگنڈہ۔۔۔ کہ آدمی تحقیق بھی نہیں کرتا۔۔۔ اب ایک آدمی کہتا ہے نا۔۔۔ کہ فلاں آدمی حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کر رہا ہے۔۔۔ کیونکہ ابھی جو ایک گستاخی کا قصہ ہوا تھا۔۔۔ جس سے پوری ایک لہر دوڑ گئی نا غصہ کی۔۔۔ دوڑنی چاہئے۔۔۔ ایمان کا تقاضہ یہ ہے۔۔۔ لیکن تحقیق۔۔۔ کہ واقعی گستاخی کی کہ نہیں کی۔۔۔ آپ ﷺ کے ارشاد کا مفہوم ہے۔۔۔ کہ ایک آدمی اگر آپ کے پاس آ کر کہے۔۔۔ کہ فلاں شخص نے میری آنکھ پھوڑ دی۔۔۔ تو کبھی نہ ماننا اس کی بات کو۔۔۔ جب تک تحقیق نہ کر لیا۔۔۔ کو اس کی آنکھ پھوٹی ہوئی آپ کو نظر آئے۔۔۔ آپ کو نظر آئے کہ اس کی آنکھ پھوٹی ہوئی ہے۔۔۔ اور وہ کہے کہ فلاں نے پھوڑی۔۔۔ اس کی بات پر یقین نہ کرو۔۔۔ تحقیق کر لو۔۔۔ ہو سکتا ہے کہ اس نے اس کی دو پھوڑی ہوں پہلے۔۔۔ اکثر یہی ہوتا ہے۔۔۔ تحقیق کرو تو معاملہ کوئی اور ہو جاتا ہے۔۔۔ لیکن۔۔۔ جو مغلوب الغضب۔۔۔ جو بات پہلے عرض کی نا۔۔۔ سب مغلوب الغضب ہو جاتے ہیں۔۔۔ کہ بس یہ گستاخ رسول ﷺ ہے۔۔۔ سب پڑ جاتے ہیں۔۔۔ بھئی تحقیق تو کرو۔۔۔ دیکھو تو سہی۔۔۔ اس کی زندگی تو دیکھو۔۔۔

قول کو سمجھنے کے لیے موقع محل کا جاننا ضروری ہے

اسی طریقے سے ادھر سے ادھر۔۔۔ کسی لفظ والے کا مقولہ نقل کر دیا۔۔۔ اور

انہوں نے نور اشراک کا فتویٰ دے دیا ادھر۔۔۔ وہ مشرک ہے۔۔۔ نیت پر حملہ کر دیا۔۔۔ بھئی پہلے دیکھو تو سہی۔۔۔ کس موقع پر کہا۔۔۔ کس کو کہا۔۔۔ بزرگوں کے اقوال کو سمجھنے کے لئے۔۔۔ بلکہ کسی کے قول کو سمجھنے کے لئے۔۔۔ اس کا پس منظر جاننا ضروری ہے۔۔۔ کہ کب کہا۔۔۔ کس کو کہا۔۔۔ منشاء کیا تھی۔۔۔ اب منشاء نہیں پہچانتے۔۔۔ اعتراض جڑ دیتے ہیں۔۔۔ اور بعض اوقات کیا ہوتا ہے۔۔۔ ایک چھوٹا سا فقرہ۔۔۔ جملہ بیچ میں سے پکڑ لیا۔۔۔ اس سے پہلے کیا تھا۔۔۔ بعد میں کیا چل رہا ہے۔۔۔ اور اس کے خلاف کتابوں کی کتابیں لکھ ڈالتے ہیں۔۔۔ اور جھگڑے چلے آ رہے ہیں۔۔۔ بھئی کتاب پڑی ہے۔۔۔ پڑھ لو۔۔۔ مضمون شروع کرو۔۔۔ اخیر تک پڑھو۔۔۔ سارا معاملہ صاف ہو جائے گا۔۔۔ بدگمانی نہیں۔۔۔ بہتان نہیں۔۔۔ میں نے کہا ناں۔۔۔ بدگمانی کے لئے ثبوت دینا پڑے گا۔۔۔ ہم بدگمانی نور اکریلتے ہیں۔۔۔ بھئی یہ کیوں نہیں کہہ دیتے۔۔۔ کہ اچھا ہے یہ۔۔۔ اگر میں اسے اچھا سمجھوں۔۔۔ تو کیا مجھے پوچھ ہوگی۔۔۔ لیکن برے کے متعلق بتانا پڑے گا۔۔۔ کہ ثابت کرو۔۔۔

مسئلہ امکان کذب اور امت میں انتشار

اب کیا عرض کروں۔۔۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے کسی نے فتویٰ مانگا۔۔۔ کہ اللہ پاک جھوٹ بول سکتے ہیں؟۔۔۔ آپ نے جواب دیا کہ اللہ پاک جھوٹ بولنے پر قادر ہیں۔۔۔ لیکن جھوٹ بولتے نہیں۔۔۔ قادر ہیں۔۔۔ باختیار ہیں۔۔۔ قدرت ہے لیکن۔۔۔ بولتے نہیں۔۔۔ کیوں؟۔۔۔ جھوٹ بولنا عیب ہے۔۔۔ اور اللہ کی ذات عیبوں سے پاک ہے۔۔۔ کیوں جی۔۔۔ مسئلہ صاف ہے کہ نہیں۔۔۔ یہ امکان کذب کا مشہور مسئلہ۔۔۔ امت میں تفریق ڈالنے کے لئے جو اچھالا

جا رہا ہے۔۔۔ کہ دیوبندی کہتے ہیں کہ۔۔۔ اللہ جھوٹ بولتا ہے۔۔۔ اس فتویٰ کے جواب میں۔۔۔ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولتا ہے۔۔۔ کہیں لفظ آیا ہے جی۔۔۔ دیکھئے ایک اندھا کہتا ہے کہ میں بد نظری نہیں کرتا۔۔۔ یہ اس کا کمال ہے جی؟۔۔۔ ایک آنکھوں والا جو ہے۔۔۔ جو غلط دیکھنے پر قادر ہے۔۔۔ لیکن رک رہا ہے۔۔۔ تو بتائیے۔۔۔ کہ اس کی قدرت کا ہونا۔۔۔ یہ اس کی تعریف ہے یا اہانت ہے۔۔۔ یہ کہنا کہ۔۔۔ اللہ پاک جھوٹ بولنے پر قادر ہے۔۔۔ لیکن بولتا نہیں ہے۔۔۔ اللہ کی اہانت ہوگئی اس میں جی۔۔۔ لیکن بدگمانی کر کے کیا کر دیا؟۔۔۔ اسے ایک ایشو بنا دیا۔۔۔ حالانکہ مسئلہ صاف فرمایا۔۔۔ کہ بولتا نہیں ہے۔۔۔ کیوں کہ بولنا عیب ہے۔۔۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات عیب سے پاک ہے۔۔۔ لیکن چونکہ اس فتویٰ لینے سے مقصود۔۔۔ شر پیدا کرنا تھا ناں۔۔۔ اس لئے اس مسئلہ کو خوب اچھالا گیا۔۔۔ کس کس کی بات کریں۔۔۔ بہت سی باتیں مشہور ہیں۔۔۔ فتاویٰ رشیدیہ موجود ہے۔۔۔ ایک صاحب نے آپ سے پوچھا۔۔۔ یا رسول اللہ انظر حالنا۔۔۔ واضح قالنا۔۔۔ یہ پڑھنا کیسا ہے۔۔۔ آپ نے فرمایا کہ محتمل شرک ہے۔۔۔ شرک نہیں ہے۔۔۔ کوئی محبت سے کہہ رہا ہے تو حرج نہیں ہے۔۔۔ کتاب میں موجود ہے۔۔۔ کوئی محبت سے پڑھ رہا ہے تو (کوئی حرج نہیں ہے)۔۔۔ اب کیا ہو رہا ہے۔۔۔ دونوں طرف سے (جھگڑے)۔۔۔ یہ لفظی جھگڑے ہیں۔۔۔ لفظی جھگڑے۔۔۔ حقیقت سے بے خبری کی وجہ سے۔۔۔ اور امت کو۔۔۔ انتشار کر کے۔۔۔ ایک دوسرے سے دور کیا جا رہا ہے۔۔۔ خلیج (حائل کی جارہی ہے)۔۔۔

اپنے دلوں میں وسعت پیدا کریں

ہمارے حضرت جی مولانا غلام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔۔۔ کہ اللہ کی

معرفت جس کو حاصل ہو جاتی ہے۔۔۔ وہ لڑتے نہیں ہے۔۔۔ لڑتے لڑاتے وہی ہیں۔۔۔ جن کے دل معرفت سے خالی ہیں۔۔۔ معرفت حاصل ہوگی۔۔۔ وہ کسی مسلک کا ہوگا۔۔۔ وہ دوسرے سے محبت کرے گا۔۔۔ عرض یہ کرنا تھا کہ۔۔۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ اپنے دلوں کے اندر وسعت پیدا کریں۔۔۔ اپنے دماغوں کے اندر وسعت پیدا کریں۔۔۔ نفرت کی دیواروں کو گرا کر۔۔۔ بدگمانی کو ختم کر کے۔۔۔ اچھے گمان رکھ کر۔۔۔ ہر ہر مسلک کے اندر۔۔۔ ان کی خوبیوں کو دیکھیں۔۔۔ تاکہ امت کے اندر (اتحاد و اتفاق پیدا ہو)۔۔۔ دشمن نے چاہا۔۔۔ اور کامیاب ہو گیا۔۔۔ ایک دوسرے سے توڑ کے۔۔۔ یعنی ایک دوسرے کی مسجد میں جانے کو دل نہیں کرتا۔۔۔ یہی مولانا رشید احمد گنگوہیؒ۔۔۔ مکاتیب رشیدیہ موجود ہے۔۔۔ اس میں کسی نے پوچھا۔۔۔ تو فرمایا کہ نماز ہر مسلمان کے پیچھے ہو جاتی ہے۔۔۔ ہاں متقی امام کا ہونا بہتر ہے۔۔۔ افضل ہے کہ متقی امام ہو۔۔۔ لیکن ہر مسلمان کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے۔۔۔ اب صاف بات ہے کہ نہیں۔۔۔ اگر متقی ہوگا تو زیادہ فضیلت ہوگی۔۔۔ ورنہ ہر ایک کے پیچھے (ہو جاتی ہے)۔۔۔ اللہ سے مانگیں۔۔۔ اللہ امت کے اندر سے ان نفرتوں کو مٹا دے۔۔۔ چند دن ہم جو یہاں گزار رہے ہیں (اعتکاف میں جامع مسجد نقشبندی الفلاح ٹاؤن بیدیاں روڈ لاہور کینٹ)۔۔۔ اس میں یہی عرض کیا تھا کہ۔۔۔ خوبیوں کو دیکھیں گے تو دل ملیں گے۔۔۔ اور خامیوں کو دیکھیں گے تو دل (ٹوٹیں گے)۔۔۔ اس کو رواج دینا ہے۔۔۔ تحقیر نہ ہو۔۔۔ تنقید نہ ہو۔۔۔ اچھا گمان کرے۔۔۔ تاکہ امت کے اندر پیار محبت کے جذبات پیدا ہوں۔۔۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حقیقتِ دین عطا فرما دیے۔۔۔ اور امت کے اندر اتحاد۔۔۔ اتفاق۔۔۔ اور پیار و محبت کی فضا پیدا فرما دے۔۔۔ (آمین)